سید العلماء کی شخصیت کے چند خصوصی و امتیازی خطوط

شخصی مرثیوں کے حوالہ سے

م۔ر۔عابد

شخصی مرثیہ نگاری ایک مستقل اور بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ جس پر اردو تحقیق وتنقید کی دنیا بہت دیر میں متوجہ ہوئی۔(۱) یہاں آ کر شاعری بہت سے تکلفات سے بڑی حد تک آزاد ہوکر جذبات کی برجستہ وحقیقی ترجمانی اختیار کرلیتی ہے۔ شخصی مرثیہ کا سچا تخلیق کار حقیقی اظہار کے براہ راست اور بالواسطہ پیرایہ کا سلیقہ مندفن کار ہوتا ہے۔ اس طرح متوفی کی شخصیت یعنی اپنے زندہ کردار کے بارے میں شخصی مرثیہ کا ایک ایک حرف انتہائی قابل قدر ہوجاتا ہے کیونکہ شخصیت کی حقیقی عکاسی کا جو جاذب وبرملا رخ شخصی مرثیے کے حصہ میں آتا ہے وہ اغلباً کسی دوسری صنف کے نام نہیں جاپاتا۔ شخصی مرثیے کے کردار کا تعلق تخلیق کار کے ذاتی یا اجتماعی قرب وقرابت کے باہر کا نہیں ہوتا۔ اس طرح شخصی مرثیہ کے تاثرات شاعر کے سیدھے قریبی اور دلی ہوتے ہیں اور اپنے میں خصوصی بھی۔ سید العلماء نہ معلوم کتنے شعراء کے حلقۂ قرب وقرابت کا بڑا اور بڑا جاندار حصہ ہیں اور اس طرح شخصی مرثیہ کا ایک بڑا ہی نمایاں کردار بننے کے مستحق ہیں۔

سید العلماء ،مولانا سید علی نقی نقوی (۲۶رستمبر ۱۹۰۵ء۔۱۸رمئی ۱۹۸۸ء) کا مشہور خطابی اور عرفی نام ہے، جو بڑی ہی مقتدر اور عبقری شخصیت کے مالک ہیں، ایسی شخصیت جو دیدہ وری کی روح ہوتی ہے اور دانشوری کا نادر ونایاب مظہر بھی۔ ایسی نادرِ روزگار اور یگانۂ زمانہ ہستی صدیوں میں کبھی کبھی کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسا دیدہ ور ایک بار اپنا جلوہ ہستی دکھا جاتا ہے تو پھر قیودِ زمان ومکان سے آزاد ہوکر اپنا لازوال نقشِ دوام زندگی کے حوالہ کر جاتا ہے۔ مولانا کی شخصیت نہ صرف دیدہ وری کی جان اور دانشوری کی آن بان بلکہ دیدہ دری، دیدہ نگری اور دیدہ سازی کی شان وسیادت ہے۔ کچھ یہی بات ہے کہ سید العلماء کا بظاہر عوامی خطاب پوری طرح ان کا لقب بن گیا اور مقبولیت کے ریکارڈ توڑتا ہوا بڑے نمایاں، عظیم الشان اور نادرانہ عنوان سے موافق ومخالف، حامی وعاری، دوست ودشمن فضاؤں میں گھل گیا اور کچھ اس طرح کہ معترض ذہنوں اور پیشہ ور نکتہ چیں، دماغوں کی انگشت نمائی کی جرات وطاقت سلب کرگیا۔ یہ خطاب لقب ہی نہیں معروف واولین شناخت اور عرفی نام بن گیا۔

ظاہر ہے ایسی نمایاں اور نمودار عبقری شخصیت، اثر ساز دانشور ہستی اور نامیاتی عوامی کردار شخصی مرثیہ کا موضوع نہ بنے تو پھر کون بنے گا۔ ان کی وفات پر سینکڑوں شخصی مرثیے لکھے گئے، کچھ شائع بھی ہوئے۔ ان کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے لیکن عام خیال ہے کہ اس سے کہیں زیادہ تعداد منظر عام پر نہ آسکے۔ ان میں ایسے شخصی مرثیے زیادہ ہوں گے جو خصوصی معلومات کے دائرہ سے بھی باہر رہے۔

سید العلماء سے متعلق تقریباً شخصی ۷۰ مرثیوں کو سید محمود نقوی نے 'بوئے گل' کے عنوان سے کتابی صورت میں یکجا کیا۔ یہ کتاب مئی ۱۹۸۹ء میں نشاط پبلکیشنز، دہلی سے شائع ہوئی۔ اسی مہینہ شائع ہونے والے رسالہ 'پیام اسلام' لکھنؤ کے سید العلماء نمبر (مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۸۹ء) میں بھی ۱۲ر مرثیے شامل اشاعت ہیں جن میں ۶ر 'بوئے گل' میں بھی شامل ہیں۔ ان چھ مشترک شخصی مرثیوں میں وحید اختر کا شخصی مرثیہ بعنوانِ 'قلم آشوب' ۴۰ بندوں پر مشتمل ہے جبکہ بوئے گل میں اس میں صرف ۱۴ر بند ہیں۔ ان کے علاوہ علاحدہ علاحدہ طور سے معاصر جرائد و کتب میں چھپنے والے شخصی مرثیے سر دست پیش نظر نہیں ہیں۔ یہاں وفات پر کہی جانے والی ساری، تاثراتی نظموں کو 'شخصی مرثیہ' کہا گیا ہے۔ اگر کوئی اہل نظر کسی بنا پر ان میں سے کچھ یا زیادہ تر کو شخصی مرثیہ کی تعریف سے باہر قرار دینے پر مصر ہے تو متذکرہ شخصی مرثیوں کو تاثراتی نظمیں ہی سمجھے، بہر حال اس سے نفس مضمون پر کوئی فرق پڑنے والا نہیں۔

مذکورۂ بالا مطبوعہ شخصی مرثیوں کی بنیاد پر سید العلماء کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر ہلکی سی روشنی ڈالنے کی ایک سرسری کوشش کی گئی ہے۔



سید العلماء کی شخصیت کی سب سے نمایاں حیثیت اس کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی ہے۔ وہ علم و فضل میں غیر معمولی تبحر سے بہرہ ور ہیں اور اپنے تمام تر تبحر اور علمی متانت و 'گوشہ گیری' کے ساتھ عوامی اسٹیج پر خطیبانہ جوہر بھی دکھاتے نظر آتے ہیں، یہی نہیں ایک منفرد و صاحبِ طرز، خطابت کے بانی کے طور پر اپنا نقش ثبت کرتے ہیں۔

عام مشاہدہ کی بات ہے، تبحر علمی کا مالک سنجیدگی اور نکتہ بینی کے جس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ عوامی اظہار کے معاملہ میں ایک بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے اور اسے عامی سطح تک اترنے نہیں دیتا۔ یعنی غیر معمولی تبحر اچھا موثر خطیب نہیں بننے دیتا۔ زبان ہی کی طرح قلم کا رشتہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ تدریس و تعلیم کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ایک عظیم الشان تبحر کا مالک عموماً طالب علم کی سطح تک نہیں اتر پاتا۔ لیکن سید العلماء غیر معمولی تبحرِ علمی کے ساتھ ساتھ زبان و قلم اور درس میں یکساں بلند درجہ رکھتے ہیں۔

ادھر علمی میدان میں بھی منقولات کے منتہی کا ذہن عموماً معقولات کو دور سے ہی سلام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ (دخل در معقولات نہیں کرتا۔) ویسے ہی معقولات کا شناور عقلیت پسندی کی اس گہرائی تک پہنچ جاتا ہے جہاں منقولات کا رشتہ اپنی کسر شان سمجھنے لگتا ہے۔ تفسیر وحدیث وتاریخ ورجال کا فاضلِ یگانہ فلسفہ و منطق سے اپنا دامن بچانے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

لیکن یہاں بھی سید العلماء کی بات ہی کچھ اور ہے۔

سید العلماء کی جامع شخصیت کے اس امتیازی خط کو شخصی مرثیے نے نمایاں طور سے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

وہ ایک شخص ادارہ جو اپنی ذات میں تھا
جو اس صدی میں مثال اپنی خوش صفات میں تھا
سلیقہ علم کا اُس خالقِ نِکات میں تھا
شعورِ فکر ونظر اس کی بات بات میں تھا

ثمر ہلوری

حق بین وحق بیان وحق آگاہ وحق نگار
اس کی گواہ اس کی تصانیفِ بے شمار
جن میں ہر ایک اپنی جگہ علمی شاہکار
تفسیر ہوکہ مسئلہ جبر و اختیار

میری بساط کیا جو کہوں اس کے ماسوا
وہ ایک جامعہ تھا بہت سے علوم کا
منطق ہو، فلسفہ ہو کہ علم کلام ہو
تفسیر ہو، حدیث ہو، قولِ امام ہو
شرع محمدی ہو، معاشی نظام ہو
تاریخ ہو کہ سیرت خیر الانامؐ ہو
اُس کے رُوات، اُس کی روایات معتبر
وہ معتبر تھا، اس کی ہر ایک بات معتبر

حسین اعظمی

فکرِ نو کا مجتہد تھا، مصدر نور یقیں
تو مودت کا مجدد تھا، سعادت کا امیں
اک صحافی، اک مقرر، ایک شاعر، اک ادیب
اک مصنف، اک مفسر، اک محدث، اک خطیب

قاسم شبیر نصیر آبادی

اک فلسفی و منطقی و منفرد ادیب
دنیائے معرفت ہو نثار علی نقی
ہر لمحۂ حیات رہا ان کا کامیاب
وقفِ قلم تھے لیل و نہار علی نقی
ہر جملہ اک کتاب، تو دفتر ہر اک کتاب
زور قلم تھا جلوہ نگار علی نقی

رضا جونپوری

حیف وہ شانہ کش گیسوئے قرآں اٹھ گیا
وہ دل تقریر، وہ تحریر کی جاں اٹھ گیا
مکتب تقریر کا فاضل سخنداں اٹھ گیا
بزم ذکر وفکر کا دلکش چراغاں اٹھ گیا

گنبدِ حسنِ نظر سے یہ صدا آتی رہی
چشم بینائے قلم کی روشنی جاتی رہی

نواب انور حسین انور

بچشم عصر سر شکِ عزا 'نوا' گردید
نوا کہ شعلہ وسیماب وصاعقہ گردید
مکین رفت، زبار غمش مکاں اُفتاد
زمیں شگافت کہ امروز آسماں افتاد
غروب کرد خورِ علم ودانش وعرفاں
محیط گشت شبِ تار بر سواد جہاں
زعیم ملت وسرخیل قومِ خیر امم
رفیع وعالی واولیٰ ورفیع و اصل و اہم
مشیر ورہبر سالار کاروانِ ہدا
مطیع و پیروِاسلام، سید العلماء
گزشت شارحِ قرآن وجامعِ تفسیر
گزشت حرف نگار کتابہائے کثیر
برفت کاتبِ تحریر بے نظیر برفت
برفت صاحبِ تقریر دلپذیر برفت
زعہدِ رشد وحکم فاضل نبیل برفت
فہیم وعارف وعلامہ وعقیل برفت

پروفیسر شبیب الرضوی

وہ اک معلم، وہ اک محقق
وہ اک مصنف، وہ اک مفسر
وہ اک مفکر، وہ اک مدبر
وہ اک مبلغ، وہ اک مقرر

زباں ہے اس کی، قلم ہے اس کا
ہے اس کا علم وادب پہ احساں
پیکر جعفری اترولوی

چوں آں شناورِ معنی علی نقی نقوی
کنارہ کردازیں بحر اشک ورنج ومحن
زارض تا بہ فلک سیل گریہ گشت بلند
زانس وجن بہ غم او شدند در شیون
زعیم شرع نبیؐ، قاطع ضلال وکفر
تدبرش پئے تنویر دیں ضیا افگن
حدیث وعلم کلامِ خدا وذکر امام
زبوئے اوست معطر ہزارہا گلشن
شمس الرحمان فاروقی

معمور ہو جو نور سے ایسی کتاب کون
اور اُس کتاب کا ورق انتساب کون
تعبیر حرف کن میں سبق کس کا مستند
آیات بینات کا ناطق نصاب کون
ہاتھوں پہ کس کے علم کا قرآں علم ہوا
عرش سخن پہ ٹھہرا ہوا آفتاب کون
منطق، کلام، فلسفہ وشعر، نقد شعر
یہ دولتیں لٹا کے گیا بے حساب کون
گنج ہنر ہے گنج گہر ہائے آبدار
لیکن بتا کہ گنج میں ہے انتخاب کون
تقریر میں ہے رمز وکنایہ سے روشنی
اور شہر میں تھا رمز وکنایہ مآب کون
پروفیسر انیسؔ اشفاق

عشاق در علم ! ہمیں علم کا غم ہے
یہ مجلسِ تسلیت ارباب قلم ہے
یہ پرسۂ مرگِ قلم فضل وکرم ہے
تھا ایک قلم پاس ہمارے، سُو ہوا گم
نظروں سے ہے شاخِ شجرِ نورِ خدا گم
پرورفیسر وحید اختر

علم وحکمت کے مرکب کا بنایا ہوا شخص
خلعتِ درسِ الٰہی سے سجایا ہوا شخص
کہکشاں زاد ضیابار اجالا بردوش
جانماز نگہ ناز، خیالات کا جوش
شہ نشیں جب کہیں تقریر سرا ہوتا ہے
سجدۂ شکر سماعت میں ادا ہوتا ہے
واصف لوح وقلم، وارث غفران مآب
بحر ذخار سخن لجۂ آداب وہنر
صدفِ علم کا بے مثل درخشندہ گہر
نور کا کوہ گراں، کعبہ علمی کا سفر
سطوت نطق کا سلطان، بصیرت کا بشر
جو بھی لکھتا تھا بہ تحقیق اتم لکھتا تھا
حکم وہ دیتا تھا احوال قلم لکھتا تھا
وہ علی اور نقی صاحب فردوس بریں
جس کی قامت کا کوئی شخص اس عالم میں نہیں
عظمتؔ بلگرامی

سید العلماء کی شخصیت کا یہ روشن رخ ہر شخصی مرثیہ کا خطاب ہے۔

کچھ اسی ضمن میں ، ان کا تحرک اور انقلاب پرداز قائدانہ قد بھی ہے جس نے فکری انقلاب کی اساس پر کربلا کی سیزدہ صد سالہ یادگار، یعنی 'یادگار حسینیؑ' کی بنا ڈالی اور کامیاب

قیادت کی۔ یاد حسینی کو ایک قوم وملت کی اجارہ داری سے آزاد کر 'بین الاقوامی' پہلو کو اجاگر کیا اور بلا تفریق مذہب وملت انسانی بنیاد پر مستحکم ووسیع کنویس عطا کیا اور اس کی اثر پذیرائی کی کامیاب وکامران رہبری کی۔ اسے بھی شخصی مرثیہ نظر انداز نہیں کرسکتا۔ ؎

جہان علم کا وہ آفتاب فکر ونظر
وہی تو تھا سبب انقلاب فکر ونظر
حسینیت میں وہ اک فکر نو کے بانی تھے
جہانِ علم میں اللہ کی نشانی تھے
علی تھے، علم کی دنیا کے انقلابی تھے
نقی تھے، پاک تھے، خالص تھے، بوترابی تھے
تھا اس کا مقصد خلقت جو نشر کارِ حسینؑ
منائی تیرہ سو اکسٹھ میں یادگار حسینؑ
کہ غیر پر بھی تو قائم ہو اقتدار حسینؑ
چمن میں دہر کے ہو بے خزاں بہار حسینؑ

ساحرؔ فاخری لکھنوی

جو تھا فروغ پیام حسینیت کا سبب
وہ جس کے ذکرِ شہِ کربلا سے تر تھے لب
فنا کے بحر میں ہستی تاب ڈوب گیا
سیاہ پوش ہے عید! آفتاب ڈوب گیا
فضائے دہر خروشاں ہے، شور ماتم سے
قضا نے چھین لیا میر کارواں ہم سے
یہ حادثہ دل انسانیت پہ داغ ہوا
ابھی سحر نہ ہوئی تھی کہ گل چراغ ہوا

راقمؔ لکھنوی

ذہن و دل و ضمیر کو بیدار کردیا
فکر ونظر کی روح کو شاداب کردیا

قیصرؔ جونپوری

جس نے خدمت روش روش کی ہے
جس نے ذہنوں کی پرورش کی ہے

مشتاقؔ لکھنوی

کی ہے تعمیر اس نے ذہنوں کی
جس پہ انسانیت بھی ہے نازاں
وارث باب علم ہے خاموش
زیست میں لطف اب نشاط کہاں

نشاطؔ جونپوری

....

ندائے رحلت سرکار اتقیا آئی
ہجوم کرب لئے نوحہ گر فضا آئی
حسینیوں کو تو بس یاد کربلا آئی
وہ یادگار حسینی کا پیشوا نہ رہا
زمین ہند پہ اُف آیت خدا نہ رہا

ثمرؔ بلوری

سید العلماء جہاں جامع کمالات شخصیت اور انقلاب ساز رہبری کے مالک ہیں وہیں ؎

قسمت سے اس کو روشنی طبع بھی ملی
لیکن یہ روشنی اسے مہنگی بہت پڑی
صابر تھا، پھر بھی کہتا تو ہوگا کبھی کبھی
'اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی'

اس کو بھی دینی بھائیوں سے اتنے دکھ ملے
بے جا نہیں جو یوسف دوراں کہوں اسے
حسینؔ اعظمی

پھر ؎

اس کی مخالفت بھی ہوئی اور بہت ہوئی
لیکن عزیزو! بات نہیں یہ کوئی نئی
مردان حق پہ تیغ ستم ہی سدا چلی
تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہی رہی
دیدہ وروں کے ہاتھ بھی اکثر قلم ہوئے
نیزہ پہ حق پرستوں کے سر بھی علم ہوئے
حسینؔ اعظمی

سیدالعلماء ایک بڑے ہی منفی ابلاغ کے بلاخیز طوفان کی زد میں آ گئے، اس طوفان کی تیزی اور عوامی اثر انگیزی جتنی اور جیسی غیر معمولی طور پر پرزور ہوئی، اتنی ہی اس کے مقابل سید العلماء نے جو بلا کی خاموشی واستقلال کا ایسا پرتمکن لنگر استعمال کیا، وہ انہی کا انتخاب تھا۔ یہی نہیں، یہ خاموشی اپنی ذات تک محدود نہ رہنے دی بلکہ اپنے حلقہ ارادت وعقیدت اور رشتہ قرب وقرابت کو بھی کوئی جوابی کیرتن نہ کرنے دیا۔ ان کے اس حلقہ ورشتہ میں نہ جانے کیسا نظم وضبط یعنی Discipline تھی کہ کوئی ہلکی سی جوابی پھونک بھی نہ پیدا ہوسکی، ردعمل کے جذبات چاہے جتنا گھٹتے رہے ہوں۔ یہی بات تھی کہ ان کی رحلت کے ساتھ ہی یہ گھٹے جذبات کم از کم اظہار تک تو آ ہی گئے۔

فریبِ لطفِ فسوں کا یہ ماجرا کیا ہے
حقیقتوں کی گھٹن کی یہ انتہا کیا ہے
زمانے کا تھا تقاضا نہ کیوں چلے جاتے
پر اپنے بعد یہ عالم پر رنج سا کیا ہے
مناؤ خیر کہ ہیں بیزبانیاں خاموش
نہیں تو بولتے طوفاں کا غُلغلہ کیا ہے
م۔ر۔عابد

اس اظہار کو کوئی بھی شخص شخصی مرثیوں کے آگے دئے اقتباسات کے حوالہ سے اندازہ لگا سکتا ہے۔ سیدالعلماء کا یہ 'مقابلِ عمل' خاموشی خود ان کا فطری میلان تھا، یا ان کی دانشوری کی عطا کردہ حکمت عملی تھی، یا ان کی تاریخ بینی خصوصاً اپنے رہبرانِ دین کی سیرت پر گہری نظر اور جذبۂ پیروی تھا یا اِن سب کا ملا جلا عمل یا کچھ اور، بہرحال شخصی مرثیے نے خاص طور سے اس 'مقابل طوفان' اور اس پر ان کا سکوں خیز، متانت انداز، استقلال نواز صبر واستقامت کی توضیح وتشریح کی اور اپنے طور سے 'توجیہ'۔ سیدالعلماء کی شخصیت کی اس جہت نے شخصی مرثیہ کی (پیکر) سازی میں سب سے بڑا اور سب سے موثر کردار ادا کیا ہے ؎

چشمہ ہائے شیریں کو ریت سے چھپانے کی سعی زشت کرتی ہے
زندگی تڑپتی ہے موت رقص کرتی ہے پیاس مسکراتی ہے
جاں بلب صداقت جب ایڑیاں رگڑتی ہے چشمہ پھوٹ پڑتا ہے
صبر واستقامت سے گرد حلقہ بنتا ہے
خاک ہو زمانے کی خاک آفرینی پر
جو نگارِ ہستی کو خاک ہی بتاتی ہے
نور ونار، آب ورنگ سب کو خاک کہتی ہے
معجزہ نما ہستی سحرِ دہر کو پھر بھی فاش کر ہی دیتی ہے
خاک کے ہیولوں پر خود بھی خاک پڑتی ہے
ہاں مگر یہ دل میرا پھر بھی ڈوب جاتا ہے
جب شہید ہوتا ہے زمزم آشنا کوئی
عقیلؔ الغروی

وہ اس کا علم سر جاہلاں یہ سنگ گراں
وہ اس کا عدل دل ظالماں یہ تیروسناں
وہ اس کا زور ثبات قدم بعزم جواں
کہیں جہادِ قلم اور کہیں جہاد زباں
ہزاروں زرکش وسرکش صنم شکست ہوئے
ریا پرست زبردست زیرِ دست ہوئے
اٹھا زمانے سے صد حیف عالم دیندار
نمونہ عمل پاک عترت اطہارؑ
ثمر دہلوی

گفتار قلم کی کہیں تحسیں نہ گلہ ہے
پر جس نے بھی کچھ لکھا خطا کار بنا ہے
ہر شخص ہے ناراض، یہ کیا جرم کیا ہے
دیکھو جسے وہ سہو وخطا ڈھونڈ رہا ہے
جو چاہتا ہے زیست کرے ناز ونعم سے
بہتر ہے رہے دور کتاب اور قلم سے
لیکن جو ہیں ہاں علم کے گنجینوں کے محرم
ملت کی بھی ہے فکر،جنہیں دیں کا بھی ہے غم
ناقدری کی محرومی کا کرتے نہیں ماتم
مقبولیت عام سے کرتے ہیں سدا رم
رہتے نہیں تحسین جہالت کے بھرم میں
کرتے ہیں بسر خلوتِ قرطاس وقلم میں
پروفیسر وحید اختر

آشوب چشم والوں کو خنجر تھی روشنی
ظلمت کے دیوتاؤں کی زد پر تھی روشنی
کیا کیا نہ ان کے سینے میں خنجر اتر گئے
یاران طنز تھا جدھر آئے جدھر گئے
جو لوگ آئے شعلوں سے دامن کو بھر گئے
انسانیت شہید ہوئی، ذہن مر گئے
اس کشمکش میں کتنے زمانے گذر گئے
رہبر کی بات لوگ نہ مانے گذر گئے
کمزوری نظر کے بہانے گذر گئے
لیکن حق آج بھی ہے، فسانے گذر گئے
رہبر چلا گیا مگر اس کی صدا تو ہے
آئینہ ساز اب نہ سہی، آئینہ تو ہے
زندہ رہیں گے شہر نظر میں علی نقی
ہیں جلوہ گر شعور بشر میں علی نقی
شاہد نقوی

وہ واقف رموز حقیقت علی نقی
منجملہ کمال وصفات حمیدہ تھا
ہم کم نگاہ اس کو نہ سمجھے تو عیب تھا
وہ عندلیب گلشن نا آفریدہ تھا
راقم لکھنوی

ظلمت فتنہ گری کے ابر میں چمکا کیا
اپنی ضوباری سے صلح وآشتی کا آفتاب
افسر جونپوری

ہزار حیف نہ دنیانے قدر کی اس کی
دل ونظر کی رلاتی ہے بیکسی اس کی
مثال لائے کہاں سے اب آدمی اس کی
ہر ایک ظلم پہ بس ایک خامشی اس کی
بلند کر گئی انسانیت کی راہوں کو
شکست دے گئی اس کی ستم پناہوں کو
راقم لکھنوی

ایک مادۂ تاریخ میں تو یہاں تک کہا گیا

مشکل کشا علیؑ کی طرح سے علی نقی

۱۴۰۸ء

شائد یہ 'عقائد و مسلمات' کا عام طوفانی نقش تھا جس کے اثر سے اس 'جسارت' کو فنکارانہ انداز میں اپنے طور نبھایا گیا ؎

پائے تھے سب صفات نبیؐ کے علی نقیؒ
تقویٰ میں جانشینِ تقیؑ تھے علی نقیؒ
وجہ بقائے قبلۂ عالم ہیں آپ بھی
کعبہ بھی کررہا ہے ثنائے علی نقیؒ
برکت یہ نام میں ہے کہ ہمنام، سربلند
جاری جہاں میں فیض رہیں گے علی نقیؒ
ساجدؔ ثنا امام کی نائب کا سال فوت
مشکل کشا علیؑ کی طرح سے علی نقیؒ

ساجدؔ زید پوری

مادۂ تاریخ کے برجستہ درست انحراف کی کسک نے شخصی مرثیہ تک پہنچادیا ؎

بزم ما ویران کرد، رفت زدار فنا
ذاکر شبیرؑ، ہم عالم دین مبیں
مصرعہ تاریخ فوت خامۂ ساجدؔ نوشت
رفت علی نقی نزد رسولؐ امیں

۱۴۰۸ھ

ساجدؔ زید پوری

سید العلماء کی شخصیت کے یہ وہ خصوصی پہلو تھے جو شخصی مرثیے پر پوری طرح چھائے رہے۔ ان کے علاوہ دوسرے پہلو بھی ملتے ہیں۔ لیکن خوف طوالت سے اور پھر نزاکت موقع کے خاطر یہیں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ان کے سلسلہ میں کہے گئے شخصی مرثیوں کا جامع جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اس طرح سید العلماء کی پہلو دار شخصیت کے پہلو اجاگر ہوں گے بلکہ اپنے اس تہذیبی اور ادبی ورثہ کی قدر بھی ہوگی جو ہماری بے توجہی کا قریب قریب پورا شکار ہو چکا ہے۔



ضروری اعلان

مجلہ مؤسسہ نور ہدایت الموسوم بہ ماہنامہ "شعاع عمل"

زیر سرپرستی

قائد ملت حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید **کلب جواد نقوی** صاحب قبلہ

محرم الحرام ۱۴۲۵ھ سے جاری ہے۔

زر سالانہ-/200

شائقین کرام ادارہ سے جلد ہی رابطہ قائم کریں

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

فون: 0522-4062731 / 0522-2252230 موبائل: 09335276180

e-mail: noorehidayat@gmail.com — noorehidayat@yahoo.com